بحث و نظر

سورۃ العصر کی تفسیر میں چند گذارشات

جناب امیر نواز صاحب مدرس۔ جامعہ عربیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

(۱)

میں نے ترجمان القرآن مئی ۱۹۸۷ء کے شمارے میں پروفیسر آسی ضیائی صاحب کا مضمون — ایک سورۃ کی تفسیر پر کچھ "معروضات" — ملاحظہ کیں جن میں پروفیسر صاحب نے خلاصتہً یہ اشکال وارد کیا ہے کہ سورۃ العصر کی تفسیر جو مفسرین نے کی وہ دنیا کے حالات پر منطبق نہیں ہوتی، کیوں کہ اس تفسیر کا منشا یہ ہے کہ: زمانہ اس بات پر گواہ ہے کہ انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، اور حق و صبر کی وصیت کی۔

اب جس وقت ہم اس سورۃ کی اس تفسیر کو دنیا کے حالات پر منطبق کرتے ہیں تو ہمارے سامنے جو حالات آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ غیر مسلم اقوام بھی مادی نفع اٹھا رہی ہیں، بلکہ مسلمانوں سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ اور خوشحال ہیں، تو وہ کیسے خسارے میں ہیں، اور دوسری طرف ایک آدمی اگر اسلام قبول کر لیتا ہے تو اس پر بسا اوقات مصائب و مشکلات پہلے کی نسبت زیادہ ہو جاتی ہیں، تو ایمان والے کیسے خسارے سے بچ نکلے؟ بلکہ بظاہر تو وہ خسارے میں ہیں اور کفار خسارے سے بچے ہوئے ہیں۔

اس کا حل پروفیسر صاحب نے یہ نکالا ہے کہ سورۃ عصر میں " وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ " الگ کلام ہے، جس کا سورۃ کے باقی حصہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یعنی اس حصہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ تمام انسان خسارے میں ہیں۔ یعنی موت، فوت سے نہیں بچ سکتے، فنا ہو کر رہیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زمانہ اس پر گواہ ہے۔

اور باقی سورہ کا اس سے استثنیٰ صحیح نہیں۔ بلکہ باقی سورۃ الگ ایمان والوں کے لیے بشارت ہے، اس کا زمانہ کی گواہی سے کوئی تعلق نہیں۔

ہماری گزارش یہ ہے کہ تفسیر وہی صحیح ہے جو تمام مفسرین نے کی ہے کہ زمانہ اس پر گواہ ہے کہ تمام لوگ خسارے میں ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اعمالِ صالحہ کیے اور جو تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کے اصول پر قائم رہے۔

• اور پروفیسر صاحب نے جو خیال ظاہر فرمایا ہے وہ اس سورۃ کے مفہوم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

اسے اس طرح سمجھنے کی کوشش کی جائے کہ یہ سورۃ تذکیر بایام اللہ کے قبیل سے ہے، یعنی ان تاریخی حالات و واقعات کے قبیل سے ہے جو قرآنِ کریم میں اس غرض کے لیے بیان ہوئے ہیں کہ اہلِ ایمان کے لیے باعثِ تسکین ہوں اور کفار کے لیے تہدید، یعنی زمانہ کی گواہی سابقہ تاریخ سے متعلق ہے اور آئندہ کے لیے تنبیہ بھی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اے قرآن کے مخاطبین! زمانہ کی گردش اس بات پر گواہ ہے کہ سب لوگ خسارے میں ہیں — سوائے اُن خوش نصیبوں کے جنہوں نے مانا، اطاعت کی اور اپنی روش کو بہتر بنایا۔ خود حق کا ساتھ دیا اور دوسروں کو بھی حق کا ساتھ دینے کی وصیت کی، پھر حق کے لیے جو مصائب و مشکلات پیش آئیں، اُن کو جرأت مندی اور حوصلہ سے برداشت کیا اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کی۔ (یہ لوگ ہیں جو خسارے سے بچ نکلے ہیں)

اس کے برعکس جنہوں نے اللہ کے رسولوں کی دعوتِ حق کا انکار کیا اور اپنی بداعمالیوں میں مشغول رہے وہ تباہ و برباد ہوئے اور خسارے میں رہے۔ تو تم بھی اے قرآن کے مخاطبین زمانے کی اس گواہی سے سبق حاصل کرو اور رسول اللہ کی دعوتِ حقہ کو قبول کرو، ورنہ تمہارا انجام بھی ویسا ہی ہوگا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کا ہو چکا ہے۔

اسی تفسیر کی روشنی میں اب ان واقعات و قصص پر نگاہ ڈال لی جائے جو قرآن میں تذکیر و تبشیر کے عنوان سے بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً نوح علیہ السلام اور ان کی قوم، ہود علیہ السلام اور اُن کی

© rasailojaraid.com